بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر ابنِ کثیر

تالیف

مفسر قرآن حضرت امام حافظ عماد الدین ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری

علامہ محمد الطاف حسین الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور کراچی پاکستان

تفسیر ابن کثیر جلد دوم

تالیف

مفسرِ قرآن حضرت امام حافظ عماد الدین ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری
علامہ محمد الطاف حسین الازہری

زیرِ اہتمام: اِدارہ ضیاء المصنفین ○ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکستان

چاند کتاب محل ڈسکہ

نام کتاب	تفسیر ابن کثیر، جلد دوم
مفسر	حضرت امام حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ متن	ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
مترجمین	علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری
	علامہ محمد الطاف حسین الازہری
	من علماء دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان، محمد انور سعید
اشاعت	اپریل 2004ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z385

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com
zquran@brain.net.pk
Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

سورۂ یوسف (مکیہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دم کرنے والے کو سورۂ یوسف سکھاؤ کیونکہ جو مسلمان اس (سورت) کی تلاوت کرتا ہے یا اپنے گھر والوں کو یا اپنے ماتحتوں کو یہ سورت سکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر سکرات موت آسان کر دیتا ہے اور اسے اس قدر قوت عطا فرماتا ہے کہ وہ کسی مسلمان پر حسد نہیں کرتا۔'' اسناد کے بالکل ضعیف ہونے کی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن عساکر نے اس کا ایک متابع ذکر کیا ہے لیکن اس کی تمام سندیں منکر ہیں۔ امام بیہقی اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بیان کرتے ہیں کہ یہود کے ایک گروہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو مسلمان ہو گئے کیونکہ ان کے ہاں تورات میں بھی یہ قصہ اسی طرح بیان ہوا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (1)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۳﴾

''الف۔ لام۔ را۔ یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی بیشک ہم نے اتارا اسے یعنی قرآن عربی کو تا کہ تم (اسے) خوب سمجھ سکو۔ ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ایک بہترین قصہ اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے۔ اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں سے تھے''۔

حروف مقطعات کے متعلق بحث سورۂ بقرہ کے اوائل میں گزر چکی ہے۔ فرمایا کہ یہ اس واضح اور جلی کتاب کی آیات ہیں جو مبہم اشیاء کی وضاحت اور تفسیر بیان کرتی ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ عربی زبان میں قرآن کریم نازل کرنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ یہ زبان تمام زبانوں سے زیادہ فصیح، واضح اور وسیع معانی کو بیان کرنے والی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے اعلیٰ کتاب، سب سے بہترین زبان میں، سب سے افضل رسول پر، سب سے اشرف فرشتے کے ذریعے اور سب سے زیادہ مقدس جگہ پر نازل فرمائی، اس لئے فرمایا: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ...... یعنی ہم بذریعہ وحی قرآن آپ پر بہترین قصہ بیان کر رہے ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! (کیا ہی اچھا ہوتا) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی قصہ ہمیں سناتے؟ اس پر یہ آیت اتری (2)۔ حضرت مصعب بن سعد اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک زمانہ تک قرآن کریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ پر اس کی تلاوت کرتے رہے۔ پھر صحابہ نے عرض

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 6 صفحہ 276 . 2۔ تفسیر طبری، جلد 12 صفحہ 150.

کی: یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ کوئی واقعہ بیان کر دیں، اس پر یہ آیت اتری اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ (الزمر: 23) ''اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے نہایت عمدہ کلام'' (1)۔ حضرت عون بن عبداللہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کچھ اکتا سے گئے، عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! ہمیں کوئی واقعہ سنائیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ نازل فرمائی۔ پھر اکتا کر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں عام گفتگو سے اوپر اور قرآن کریم سے نیچے کا کوئی قصہ سنائیں۔ اس پر سورۂ یوسف کی یہ آیات اتریں۔ انہوں نے کسی حدیث (خبر) کی خواہش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے احسن الحدیث پر ان کی رہنمائی کر دی، انہوں نے کوئی قصہ سننا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں احسن القصص پر آگاہ کر دیا (2)۔ چونکہ یہ آیت کریمہ مدح قرآن پر مشتمل ہے اور قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو باقی تمام کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے، اس لئے مناسب محسوس ہوتا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کو بیان کر دیا جائے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ کے پاس ایک کتاب لے کر آئے جو کسی اہل کتاب سے آپ کے ہاتھ لگی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ کتاب نبی کریم ﷺ کے سامنے پڑھنے لگے۔ آپ ﷺ نہایت غضبناک ہو کر فرمانے لگے: ''کیا اس میں پڑ کر تم بہک جانا چاہتے ہو، اے ابن خطاب؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تمہارے پاس اسے (شریعت کو) نہایت روشن اور بڑا ں لایا ہوں۔ ان (اہل کتاب) سے کسی چیز کے متعلق مت پوچھو، ممکن ہے کہ وہ تمہیں حق بات کی خبر دیں اور تم اسے جھٹلا دو یا باطل کی خبر دیں اور تم اس کی تصدیق کر بیٹھو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں بھی بجز میری اتباع کے کوئی چارۂ کار نہ ہوتا'' (3)۔ حضرت عبداللہ بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میں بنو قریظہ کے اپنے ایک (یہودی) دوست کے پاس سے گزرا تو اس نے مجھے تورات کی چند جامع باتیں لکھ دیں، کیا میں آپ کو سناؤں؟ آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا حضرت عبداللہ بن قیس حضرت عمر سے کہنے لگے کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ناگواری اور غصے کے آثار نہیں دیکھ رہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہم اس بات پر راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے اور محمد (ﷺ) ہمارے رسول ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ کا غصہ جاتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں موسیٰ آ جاتے پھر تم ان کی اتباع کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو گمراہ ہو جاتے، امتوں میں سے تم میرا حصہ ہو اور انبیاء میں سے میں تمہارا حصہ ہوں'' (4)۔ خالد بن عرفطہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص جس کا مسکن سوس تھا، لایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: کیا تم فلاں بن فلاں قبیلہ عبدالقیس سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم ہی سوس میں مقیم ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے اسے ایک چھڑی ماری۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! میرا کیا قصور ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹھو، جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے اس پر سورۂ یوسف کی یہ آیات الٓرٰ ...... لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ تلاوت کیں۔ تین مرتبہ آپ نے ان آیات کی تلاوت کی اور چھڑی کی تین ضربیں لگائیں۔ وہ آدمی پوچھنے لگا کہ اے امیر المومنین! میرا گناہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ہی ہے جس نے دانیال کی کتاب نقل کی ہے، وہ کہنے لگا کہ آپ حکم دیں، میں اس کی اتباع کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور اسے گرم پانی اور سفید روئی کے ساتھ مٹا ڈالو، پھر اسے نہ خود پڑھنا اور نہ کسی کو پڑھانا۔ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے

1۔ مستدرک حاکم تفسیر سورۂ یوسف، جلد 2، صفحہ 345
2۔ تفسیر طبری، جلد 12 صفحہ 150
3۔ مسند احمد، جلد 3 صفحہ 387
4۔ مسند احمد، جلد 4 صفحہ 265-266

اسے خود پڑھا ہے یا کسی کو پڑھایا ہے تو میں سزا دیکر تمہارا کچومر نکال دوں گا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے اہل کتاب سے ایک کتاب لکھی پھر میں اسے ایک چمڑے میں لپیٹ کر لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: "اے عمر! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟" میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ کتاب میں نے نقل کی ہے تاکہ ہم مزید علم حاصل کر لیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ شدید غصہ میں آ گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رخسار سرخ ہو گئے۔ پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے۔ انصار کہنے لگے کہ کیا آپ ﷺ غضبناک ہو گئے ہیں؟ اسی وقت انہوں نے ہتھیار سنبھالے اور منبر رسول ﷺ کے اردگرد چوکنے ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! مجھے جامع اور خاتم کلمات سے نوازا گیا ہے اور میرے لئے نہایت ہی اختصار کیا گیا ہے، میں تمہارے پاس سفید اور صاف ستھری شریعت لایا ہوں، اس لئے بیوقوفی کا مظاہرہ نہ کرو اور نہ بے وقوف تمہیں دھوکے میں ڈالیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پر میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں اس بات پر راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور آپ میرے رسول ہیں۔ پھر آپ ﷺ منبر سے نیچے اتر آئے (1)۔ اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی حدیث صحیح نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ ایک اور سند سے اس کا ایک شاہد موجود ہے جسے حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی نے بیان کیا ہے کہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حمص میں دو شخص رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل حمص کے چند افراد کے ساتھ ان دونوں کو بھی بلا بھیجا۔ انہوں نے یہود سے چند منتخب چیزیں لکھ کر ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا، وہ اس مجموعے کو بھی ساتھ لیتے آئے تاکہ اس کے متعلق امیر المومنین کی رائے لے لیں۔ اگر تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا تو اس میں ہماری رغبت بڑھ جائے گی اور اگر آپ رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا تو ہم اس سے دستکش ہو جائیں گے۔ وہ دونوں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہم اہل کتاب کے ساتھ رہتے ہیں اور ہم ان سے ایسی کلام سنتے ہیں جس سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا ہم اس میں سے کچھ لے لیں یا ترک کر دیں؟ آپ نے پوچھا کہ شاید تم نے اس میں سے کچھ لکھا ہے، وہ کہنے لگے: نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں میں خیبر گیا۔ وہاں ایک یہودی سے میری ملاقات ہوئی، اس کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے کہا کہ کیا تم مجھے اپنی کچھ باتیں لکھ دو گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں ایک چمڑا لایا جس پر وہ مجھے املاء کروانے لگ گیا یہاں تک کہ میں نے کناروں پر بھی لکھ لیا۔ جب میں واپس لوٹا تو میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے میرے پاس لاؤ" میں خوشی خوشی اس خیال سے اسے لانے کے لئے چلا کہ شاید کوئی چیز آپ ﷺ کو پسند آ جائے۔ جب میں آپ ﷺ کے پاس اسے لے کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بیٹھو اور مجھے پڑھ کر سناؤ" میں تھوڑی دیر اسے پڑھتا رہا، پھر میں نے آپ ﷺ کے چہرہ کی طرف دیکھا تو اسے متغیر پایا۔ یہ دیکھ کر میں لرز گیا، پھر میری زبان سے مزید ایک حرف بھی نہ نکلا۔ جب آپ ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی تو اس تحریر کو اٹھا لیا اور پھر آپ ﷺ اپنی تھوک سے ایک ایک حرف مٹانے لگے اور فرمانے لگے: "ان لوگوں کی پیروی نہ کرو، کیونکہ یہ خود بھی بہک گئے ہیں اور دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں" یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس تحریر کا ایک ایک حرف مٹا دیا۔ پھر حضرت عمر ان دونوں آدمیوں کو فرمانے لگے کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم نے ان کی باتیں لکھی ہیں تو میں تمہیں سزا دیکر اس امت کے لئے عبرت بنا دیتا۔ وہ کہنے لگے: قسم بخدا، ہم کبھی بھی کوئی ایسی چیز نہیں لکھیں گے۔ وہ دونوں اپنے

1۔ الدر المنثور، جلد 4 صفحہ 497، مجمع الزوائد، جلد 1 صفحہ 182

مجموعے کو لے کر نکل گئے اور گڑھا کھود کر دفن کر دیا (1)۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝

"(یاد کرو) جب کہا یوسف نے اپنے والد سے کہ اے میرے (محترم) باپ! میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں"۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ آپ علیہ السلام کے والد یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں" (2)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز سب سے زیادہ متقی ہے"۔ صحابہ عرض کرنے لگے کہ ہم اس بارے میں آپ سے نہیں پوچھ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز اللہ کے نبی یوسف ہیں جن کے والد بھی نبی، دادا بھی نبی اور پردادا بھی نبی اور خلیل اللہ ہیں"۔ صحابہ عرض کرنے لگے کہ یہ بھی سوال سے ہمارا مقصود نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تم قبائل عرب کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "زمانہ جاہلیت میں ممتاز اور نمایاں لوگ اسلام میں بھی ممتاز اور نمایاں ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لیں" (3)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انبیاء کے خواب وحی خدا ہوتے ہیں۔ مفسرین نے اس خواب کی تعبیر کے متعلق کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ گیارہ ستاروں سے مراد آپ کے بھائی ہیں جن کی تعداد گیارہ تھی۔ سورج اور چاند سے مراد آپ کے والدین ہیں۔ یہ حضرات ابن عباس، ضحاک، قتادہ، سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے مروی ہے۔ اس خواب کی تعبیر چالیس سال بعد اور بقول بعض اسی سال بعد ظہور پذیر ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب آپ نے اپنے والدین کو اپنے تخت پر بٹھایا اور آپ کے بھائی آپ علیہ السلام کے سامنے تھے، وہ سجدہ ریز ہو گئے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے: وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا (یوسف: 100) "اور وہ گر پڑے آپ کے لئے سجدہ کرتے ہوئے۔ اور (یہ منظر دیکھ کر) یوسف نے کہا اے میرے پدر بزرگوار! یہ تعبیر ہے میرے خواب کی جو پہلے (عرصہ ہوا میں نے) دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے اسے سچا کر دکھایا ہے"۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بستانہ نامی ایک یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے کہنے لگا کہ مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے جنہیں یوسف علیہ السلام نے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا؟ آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو ان ستاروں کے نام بتا دیئے۔ آپ ﷺ نے اس یہودی کو بلایا اور پوچھا: اگر میں ان کے نام بتا دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جربان، طارق، ذیال، ذوالکتفین، قابس، وثاب، عمودان، فیلق، مصبح، ضروح اور ذوالفرع"۔ یہ سن کر یہودی کہنے لگا: ہاں، خدا کی قسم، ان ستاروں کے یہی نام ہیں (4)۔ اس روایت کو ابن جریر، ابو یعلی، بزار اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے۔

1۔ مراسیل ابی داؤد: 48
2۔ صحیح بخاری، تفسیر سورۂ یوسف، جلد 6، صفحہ 95، مسند احمد، جلد 2، صفحہ 96
3۔ صحیح بخاری، تفسیر سورۂ یوسف، جلد 6، صفحہ 95
4۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، جلد 3، صفحہ 53، دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 6، صفحہ 277 وغیرہ

مسند ابویعلی میں کچھ اضافہ بھی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب یوسف نے یہ خواب دیکھا تو اپنے والد محترم حضرت یعقوب سے بیان کر دیا۔ آپ کے والد محترم آپ سے فرمانے لگے کہ یہ بکھرا ہوا معاملہ ہے جسے بعد میں اللہ تعالیٰ جمع کر دے گا۔ سورج باپ ہیں اور چاند ماں"۔ اسے بیان کرنے میں حکم بن ظہیر فزاری منفرد ہیں جنہیں آئمہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور اکثر نے متروک گردانا ہے۔ جورجانی نے ساقط کہا ہے۔ حدیث حسن یوسف کے یہی راوی ہیں۔

قَالَ يٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾

"آپ نے فرمایا اے میرے بچے نہ بیان کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں سے ورنہ وہ سازش کریں گے تیرے خلاف۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے"۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم سے اپنا وہ خواب بیان کیا جس کی تعبیر یہ تھی کہ آپ کے بھائی سر تسلیم خم کریں گے اور اس قدر آپ کی تعظیم بجالائیں گے کہ آپ کے احترام و اکرام میں آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے تو آپ کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو منع کر دیا کہ اپنے کسی بھائی کو یہ خواب مت سنانا ورنہ خدشہ ہے کہ وہ آتش حسد میں مبتلا ہو کر تمہارے در پے آزار ہو جائیں گے اور تمہیں کسی گہری سازش کا شکار کر دیں گے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اسے بیان کر دے اور جب برا خواب دیکھے تو کروٹ بدل لے اور اپنی بائیں جانب تین دفعہ تھوک دے اور اس کی شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور کسی کے سامنے اسے بیان نہ کرے تو یہ (خواب) اسے نقصان نہیں پہنچائے گا" (1)۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے (گویا) وہ پرندے کے پاؤں پر ہے اور جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے" (2)۔ اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نعمت جب تک حاصل نہ ہو جائے اور خود ظاہر نہ ہو اسے چھپانا چاہئے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: "ضروریات کے پورا کرنے پر ان کے چھپانے سے مدد لیا کرو کیونکہ ہر ذی نعمت شخص پر حسد کیا جاتا ہے" (3)۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾

"اور اسی طرح چن لے گا تجھے تیرا رب اور سکھا دے گا تجھے باتوں کا انجام (یعنی خوابوں کی تعبیر) اور پورا فرمائے گا اپنا انعام تجھ پر اور یعقوب کے گھرانے پر جیسے اس نے پورا فرمایا اپنا انعام اس سے پہلے تیرے دو باپوں ابراہیم اور اسحٰق پر۔ یقیناً تیرا پروردگار سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے"۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نور نظر یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر کرم فرمایا اور تمہیں یہ ستارے

1۔ صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، جلد 3، صفحہ 1772-1773، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، جلد 4، صفحہ 305 وغیرہ

2۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، جلد 4، صفحہ 305، سنن ابن ماجہ، کتاب الرویا، جلد 2، صفحہ 1288 وغیرہ

3۔ جامع صغیر از سیوطی، جلد 1، صفحہ 128

مع شمس وقمر تمہیں سجدہ کرتے ہوئے دکھائے، اسی طرح وہ تمہیں نبوت کے لئے چن لے گا اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا اور منصب نبوت ورسالت پر فائز کر کے اسی طرح تم پر نعمت کی تکمیل فرمائے گا جس طرح اس نے تمہارے دادا حضرت اسحاق علیہ السلام اور پردادا حضرت خلیل علیہ السلام پر اپنی نعمت کو مکمل کیا تھا اور تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون شرف نبوت ورسالت سے مشرف ہونے کا مستحق ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۝ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝

''بیشک یوسف اور اس کے بھائیوں (کے قصہ) میں (عبرت کی) کئی نشانیاں ہیں دریافت کرنے والوں کے لئے۔ جب بھائیوں نے (آپس میں) کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے حالانکہ ہم ایک (مضبوط) جتھہ ہیں۔ یقیناً ہمارے والد (ایسا کرنے میں) کھلی غلطی کا شکار ہیں۔ قتل کر ڈالو یوسف کو یا دور پھینک آؤ اسے کسی علاقہ میں۔ (یوں) تنہا ہو جائے گا تمہاری طرف تمہارے باپ کا رخ اور ہو جانا اس کے بعد (توبہ کر کے) نیک قوم۔ (یہ سن کر) ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ نہ قتل کرو یوسف کو (بلکہ) پھینک دو اسے کسی گہرے کنوئیں کی تاریک تہہ میں اٹھالیں گے اسے کوئی راہ چلتے مسافر اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں دریافت کرنے والوں کے لئے عبرت ونصیحت کی متعدد نشانیاں ہیں کیونکہ یہ عجیب وغریب قصہ ہے جو واقعی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے متعلق دریافت کیا جائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین ایک ہی والدہ کے شکم سے تھے۔ آپ کے بھائی قسم اٹھا کر کہنے لگے کہ یوسف اور اس کا بھائی بنیامین ہمارے باپ کو ہماری نسبت زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں، اس لئے ہمارے مقابلے میں یہ دو کیسے زیادہ محبوب ہو گئے، یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس ترجیحی سلوک میں ہمارے والد صریح غلطی کا شکار ہیں۔ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں اور ان آیات کا سیاق تو بالکل اس کے برعکس پر دلالت کر رہا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہیں نبوت ملی لیکن یہ خیال محل نظر ہے اور کسی دلیل کی محتاج ہے۔ ان کے پاس اس آیت کے سوا اور کوئی دلیل نہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ (البقرہ: 136) ''کہہ دو ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ہماری طرف اور جو اتارا گیا ابراہیم علیہ السلام واسمٰعیل علیہ السلام واسحٰق علیہ السلام ویعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کی طرف''۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ لفظ ''اَسْبَاطِ'' کے لفظ کو بطور دلیل پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت کا حامل نہیں کیونکہ بنی اسرائیل کے بطون (خاندانوں) کے لئے ''اَسْبَاطِ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس طرح عربوں کے لئے قبائل اور عجمیوں کے لئے شعوب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اسباط بنی اسرائیل میں سے پیغمبروں کی طرف وحی کی، چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے اجمالی طور پر ان کا ذکر کیا لیکن ہر سبط برادران یوسف میں سے ہی کسی ایک کی نسل تھی اور اس

بات کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص ان بھائیوں کو منصب نبوت پر فائز کیا گیا۔

اقْتُلُوْا یُوْسُفَ..... برادران یوسف آپس میں کہنے لگے کہ یہ جو تمہارے ساتھ باپ کی محبت میں رکاوٹ بنا ہوا ہے، اس کا قصہ ہی پاک کر دو، اسے کہیں غائب کر دو تا کہ والد صاحب کی توجہ ہمارے لئے خاص ہو جائے۔ یا تو اسے قتل کر ڈالو یا کسی گہرے کنوئیں کی تاریک تہہ میں پھینک دو اور پھر اس کے بعد توبہ کر کے نیکوکار بن جانا۔ یہ سن کر ان میں سے ایک نے مشورہ دیا، یہ سب سے بڑا تھا جس کا نام روبیل تھا۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ مشورہ دینے والا یہودا تھا، مجاہد کہتے ہیں کہ شمعون نے یہ مشورہ دیا کہ تم یوسف کی عداوت اور بغض میں انتہاء پسندی کا مظاہرہ نہ کرو کہ اسے قتل کرنے کے درپے ہو جاؤ، اور وہ آپ علیہ السلام کو قتل کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی آپ کو منصب نبوت پر فائز کرنا تھا اور ملک مصر کی بادشاہت سے نوازنا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے روبیل کے مشورہ کے ذریعے انہیں اس اقدام سے باز رکھا کہ اسے کسی گہرے کنوئیں کی تہہ میں ڈال دو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ بیت المقدس کا کنواں تھا۔ ان کا خیال تھا کہ کوئی قافلہ یہاں سے گزرے گا اور وہ اسے اٹھا کر کہیں دور لے جائیں گے، اس طرح مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور قتل کرنے کے جرم سے بھی بچ جائیں گے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ برادران یوسف علیہ السلام نے ایک بہت بڑے جرم پر اتفاق کیا یعنی قطع رحمی، والد کی نافرمانی، بے گناہ چھوٹے بھائی پر ظلم، حق وحرمت اور مرتبہ وفضیلت کے حامل بڑے بوڑھے کے ساتھ زیادتی، اپنے بوڑھے باپ اور ان کے کمسن، لاڈلے اور محبوب نورنظر کے درمیان جدائی ڈالنا، یہ سب معمولی چیزیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، وہ ارحم الراحمین ہے(1)۔

قَالُوْا یٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

''(یہ طے کرنے کے بعد) انہوں نے (آکر) کہا اے ہمارے باپ کیا ہوا آپ کو کہ آپ اعتبار ہی نہیں کرتے ہم پر یوسف کے بارے میں حالانکہ ہم تو اس کے سچے خیر خواہ ہیں۔ آپ بھیجئے اسے ہمارے ساتھ کل تاکہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور (کوئی فکر نہ کیجیے) ہم اس کے نگہبان ہیں''۔

جب انہوں نے اپنے بھائی روبیل کے مشورہ پر آپ علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکنے پر اتفاق کر لیا تو وہ اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے: ابا جان! کیا بات ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم سے مطمئن نہیں حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔ یہ ان کی تمہید کلام اور جھوٹ پر مبنی دعویٰ تھا کیونکہ وہ تو حسد کی آگ میں جل رہے تھے۔ کہنے لگے کہ آپ کل یوسف کو ہمارے ساتھ روانہ کریں، ہم سیر وتفریح کریں گے۔ ''یَرْتَعْ وَ یَلْعَبْ'' اور ''نَرْتَعْ وَ نَلْعَبْ'' دونوں قرأتیں ہیں(2)۔ مزید کہنے لگے کہ ہم اس کے محافظ ہیں، ہم آپ کی خاطر اس کی مکمل دیکھ بھال کریں گے۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

''آپ نے فرمایا بیشک مجھے غمزدہ بناتی ہے یہ بات کہ تم اسے لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کھا نہ جائے اس کو بھیڑیا اور تم

1۔ تفسیر طبری، جلد 12 صفحہ 154

2۔ دیکھئے الاقناع لابن الباذش، جلد 2 صفحہ 669